تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

وفا ۱۳۶۳ ہش / جولائی ۱۹۸۴ء

شرح چندہ

پاکستان :- بیس۲۰ روپے سالانہ

فی پرچہ :- دو۲ روپے صرف

ایڈیٹر ــــــــــ غلام باری سیف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

شوال ۱۴۰۴ ہجری

وفا ۱۳۶۳ ہش

جولائی ۱۹۸۴ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت ۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصاراللہ"

پاکستان	—	بیس ۲۰/ روپے سالانہ
امریکہ ۔ کینیڈا، جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک —	پندرہ ۱۵ ڈالر ،،
	بحری ڈاک —	آٹھ ۸ ،، ،،
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک —	چھ ۶ پونڈ ،،
	بحری ڈاک —	تین ۳ ،، ،،

فہرست مضامین

پبلشر :۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :۔ سید عبدالحیٔ

مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصاراللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

قیمت فی پرچہ :۔ دو روپے

جلد ۲۵ | ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ | شمارہ ۷

وفا ۱۳۶۳ ہش

ایمانِ کامل اور اس کی علامات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بخاری کو احادیث کی کُتب میں سب سے بلند مرتبہ حاصل ہے۔ ان کی کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ " اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ " کہ خدا کی کتاب قرآن کے بعد یہ سب سے صحیح کتاب ہے۔ محدّثین میں آپ کو فہمِ حدیث میں بڑا امتیازی مقام حاصل ہے۔ دینی مسائل پر آپ کی نظر بہت عمیق ہے۔ آپ اس ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہیں مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ کہ اللہ تعالیٰ جس کے متعلق خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

ایک ایک ارشادِ رسولؐ سے آپ نے متعدد اور متنوع مسائل کا استنباط کیا۔ اور حدیث کے باب یعنی عنوان کے ساتھ ہی آپ اُس مفہوم کی قرآنی آیت بھی لاتے ہیں۔ اور اِس میں کسے کلام ہے۔ ہدایت کا اوّلین سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ دُوسرا درجہ حدیث کا ہے جو قرآن مجید کی ہی تشریح ہے کہ شارع علیہ السلام نے فرمائی۔

اپنی مایۂ ناز کتاب بخاری کے آغاز میں امام صاحب نے " ایمان " کے بارہ میں بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ایمان کی حقیقت، ایمان کی علامات اور اس کے تقاضوں کے بارہ میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت بیش قیمت ارشادات کو جمع کر دیا ہے۔

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان نام ہے دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا۔ اور بس۔ ایک حدیث اور ایک قول نقل کر کے آپ نے اس کی تصحیح کر دی۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث لائے ہیں۔

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَۃً ۔ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ایمان کے ترسیٹھ ۶۳ سے لے کر انہتر ۶۹ شعبے ہیں اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے ۔

دوسرا قول اس بحث میں پہلی صدی کے مجدّد و مشہور تابعی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ہے :۔

اَنَّ لِلْاِیْمَانِ فَرَائِضَ وَ شَرَائِعَ وَحُدُوْدًا وَ سُنَنًا فَمَنْ اسْتَکْمَلَھَا اِسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ۔ (بخاری کتاب الایمان)

کہ ایمان کچھ مذہبی اعتقادات کا نام ہے ۔ کچھ اعمال کا نام ایمان ہے ۔ اور کچھ باتوں سے رُکنا ایمان ہے ۔ جو ان سب پر پُورے طور پر عمل کرتا ہے وہ اپنا ایمان کامل کرتا ہے ۔

اس بحث میں آپ نے ایمان کی علامات بھی درج کی ہیں ۔ چند احادیث میں یہ درج ہے " لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ " کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس میں یہ کیفیّت نہ پائی جاتی ہو مثلاً

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ۔

کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے کرتا ہے ۔

دوسری حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔

کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی) اُسے اپنے والد ۔ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو ۔

اس حدیث کی تشریح میں شارحین نے کہا کہ یہاں " لَا یُؤْمِنُ " سے مراد فقط ایمان نہیں بلکہ "کامل ایمان" مراد ہے ۔ ورنہ جو حیاء سے خالی ہے اور خدا کا رسول اُسے سب دنیا سے زیادہ محبوب نہیں اگر کہیں کہ وہ مومن نہیں ، تو بڑی مشکل ہوگی ۔ کہنے کو تو یہ امر آسان ہے کہ مجھے خدا کے رسول سے اپنی اولاد اور ماں باپ اور ساری دُنیا سے زیادہ محبّت ہے لیکن عمل کے معیار پر اس کا پُورا اُترنا چنداں آسان نہیں اس لئے یہ علامت کامل ایمان کی ہے ۔ کہ اللہ کے بعد سب عزیز و اقارب اور لوگوں سے زیادہ محبوب خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو ۔ نفس اور اپنی سب محبتوں کا محاسبہ کرکے یہ نعرہ بلند کرنا کوئی آسان امر نہیں ۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم

پس کامل ایمان کی اصل علامت جو سب علامات کی جامع و مانع ہے یہی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں سب دُنیا سے زیادہ محبوب ہوں۔ اس کا ثبوت ہمارے اقوال و افعال حرکات و سکنات سے ہویدا ہو۔
محاسبہ کیجئے۔ دل و جگر ٹٹولئے۔ کیا کامل ایمان کی یہ علامت میسّر ہے۔ کیا یہ نعمت مل چکی ہے۔

۲- دوسری علامت

کامل ایمان کی دوسری علامت امام صاحب نے یہ درج کی ہے:۔

یَکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ

(بخاری کتاب الایمان)

کہ ایمان لے آنے کے بعد۔ وہ کُفر میں لَوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہے۔ جیسے وہ آگ میں جانے کو
ناپسند کرتا ہے۔ اگر یہ کیفیت اُسے حاصل ہے۔ اگر ایمان کی اس چاشنی سے آشنا ہے تو وہ حقیقی مومن
ہے۔ ورنہ دعوےٰ ایمان عبث اور بے دلیل ہے۔

یہ اَمر بھی کوئی آسان نہیں۔ اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس مکتبہ فکر یعنی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ
وسلّم کے جذبہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جنگِ تبوک جو سخت گرمی کے موسم میں ہوئی۔ اس غزوہ سے کچھ صحابہ رہ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی
جنگِ تبوک سے واپسی کے بعد تین صحابہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کوئی عذر خواہی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے اذن کے
تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقاطعہ کی سزا دی۔ حتیٰ کہ کعبؓ بن مالک کے بیوی بچّوں کو بھی ان سے بولنے کی
اجازت نہ تھی۔ کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ میری کیفیت یہ تھی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے میرے لئے تنگ تھی۔
مقاطعہ کے ایّام میں یہ سخت پریشان تھے حتیٰ کہ ایسے لمحات بھی ان پر آئے کہ ارادہ کیا پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو
گرا کر خودکشی کر لوں۔ لیکن خدا کی دستگیری آڑے آتی رہی۔ ان ایّام میں غسّان کے بادشاہ نے اپنے قاصد کے
ذریعہ انہیں اپنے قرب و قدر و منزلت کی تحریری پیش کش کی۔ انہوں نے قاصد کو کہا آؤ تمہیں جواب دوں۔
اور پھر بازار میں بھڑکتے تنور میں اس کا خط پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا یہ تمہارے خط کا جواب ہے شاہِ غسّان
کی پیشکش کو آگ کی نذر کر دیا۔ جوتے کی نوک پر اس کی پیشکش رکھی۔ یہ تھا کامل ایمان اور کامل ایمان تھا فاقہ زدہ درویش مسجد نبوی
زیدؓ بن دثنہ کا جب انہیں کسی نے قتل کرنے سے پہلے یہ پوچھا تھا کہ تمہارا جی تو چاہتا ہو گا کہ آج تمہاری جگہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہوتے تو پیکرِ صدق و وفا نے جواب دیا کہ تم یہ کہتے ہو میں تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں اور مدینہ کی گلیوں میں رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں میں کانٹا بھی چُبھ جائے یہ ہے ایمان کی علامت۔ اور یہ ہے حقیقی اور کامل ایمان کہ ایمان صرف مُنہ کی لاف و گزاف

۵ بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم

پس کامل ایمان کی اصل علامت جو سب علامات کی جامع و مانع ہے یہی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سب دنیا سے زیادہ محبوب ہوں۔ اس کا ثبوت ہمارے اقوال و افعال حرکات و سکنات سے ہویدا ہو۔ محاسبہ کیجئے۔ دل و جگر ٹٹولئے۔ کیا کامل ایمان کی یہ علامت میسّر ہے۔ کیا یہ نعمت مل چکی ہے۔

دوسری علامت

کامل ایمان کی دوسری علامت امام صاحب نے یہ درج کی ہے:-

یَکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ (بخاری کتاب الایمان)

کہ ایمان لے آنے کے بعد۔ وہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہے۔ جیسے وہ آگ میں جلنے کو ناپسند کرتا ہے۔ اگر یہ کیفیت اُسے حاصل ہے۔ اگر ایمان کی اس چاشنی سے آشنا ہے تو وہ حقیقی مومن ہے۔ ورنہ دعوے ایمان عبث اور بے دلیل ہے۔

یہ اَمر بھی کوئی آسان نہیں۔ اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس مکتبہ فکر یعنی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے جذبہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جنگِ تبوک جو سخت گرمی کے موسم میں ہوئی۔ اس غزوہ سے کچھ صحابہ رہ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جنگِ تبوک سے واپسی کے بعد تین صحابہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کوئی عذر خواہی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے اذن کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقاطعہ کی سزا دی۔ حتّٰی کہ کعبؓ بن مالک کے بیوی بچّوں کو بھی ان سے بولنے کی اجازت نہ تھی۔ کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ میری کیفیت یہ تھی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے میرے لئے تنگ تھی۔ مقاطعہ کے ایّام میں یہ سخت پریشان تھے حتّٰی کہ ایسے لمحات بھی ان پر آئے کہ ارادہ کیا پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لوں۔ لیکن خدا کی دستگیری آڑے آتی رہی۔ ان ایّام میں غسّان کے بادشاہ نے اپنے قاصد کے ذریعہ انہیں اپنے قرب و قدر و منزلت کی تحریری پیش کش کی۔ انہوں نے قاصد کو کہا آؤ تمہیں جواب دوں۔ اور پھر بازار میں بھڑکتے تنور میں اس کا خط پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا یہ تمہارے خط کا جواب ہے شاہِ غسّان کی پیشکش کو آگ کی نذر کر دیا جوتے کی نوک پر اس کی پیشکش رکھی۔ یہ تھا کامل ایمان اور کامل ایمان تھا فاقہ زدہ درویش مسجد نبوی زیدؓ بن دثنہ کا جب انہیں کسی نے قتل کرنے سے پہلے یہ پوچھا تھا کہ تمہارا جی تو چاہتا ہو گا کہ آج تمہاری جگہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو پیکر صدق و وفا نے جواب دیا کہ تم یہ کہتے ہو مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں اور مدینہ کی گلیوں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں میں کانٹا بھی چُبھ جائے یہ ہے ایمان کی علامت۔ اور یہ ہے حقیقی اور کامل ایمان کہ ایمان صرف مُنہ کی لاف و گزاف

نہیں۔ ایمان کچھ معتقدات کا نام ہے۔ جیسے کہ اسی باب میں امام صاحب نے حدیث درج کی کہ ایمان نام ہے ان باتوں پر ایمان لانے کا۔

(۱) اللہ پر ایمان ۔ (۲) ملائکہ پر ایمان ۔ (۳) آخرت پر ایمان ۔ (۴) اُس کے رسولوں پر ایمان ۔ (۵) مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان ۔ (کتاب الایمان باب سؤال جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان)

اور ایمان نام ہے ان اعمال کے بجا لانے کا۔

حیاء و شرم ۔ مسلمان کے مال و جان کی حفاظت ۔ مہمان نوازی ۔ سلامت روی ۔ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے ۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ انصارِ رسولؐ سے محبت ۔ حیاء و شرم ۔ (کتاب الایمان)

اور ایمان نام ہے اُن باتوں سے بچنے کا جن سے خدا اور اُس کے رسولؐ نے منع فرمایا ۔ مثلاً شرک کرنا ۔ خون بہانا ۔ زنا کا مرتکب ہونا ۔ کسی پر بہتان باندھنا ۔ فتنہ و فساد کرنا ۔ عصیان اور نافرمانی ۔ ناشکری اور ناقدری ۔ گالی گلوچ کرنا ۔ جہالت سے اجتناب ۔ (بخاری کتاب الایمان)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت سے بہرہ ور فرمائے ۔ حقیقی اور کامل ایمان نصیب فرمائے کہ اس کے فضلوں کے بغیر حقیقی یا کامل ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔

عید توآئی

آج پچیس رمضان کو مَیں یہ سطور لکھ رہا ہوں ۔ جذبات میں ایک تلاطم ہے ۔ آنکھیں بار بار نمناک ہو رہی ہیں ۔ خدا کے حکم کے تحت عید کے روز اچھے کپڑے بھی پہنیں گے ۔ نمازِ عید کے لئے بھی جائیں گے ۔ ذکرِ الٰہی بھی ہو گا ۔ خدا کی محبت اور رضا بھی اُس سے طلب کریں گے ۔ صبر و استقامت کی بھیک بھی مانگیں گے ۔

عمرِ عزیز کی شام ہو گئی ہے ۔ سر اور داڑھی کے بال اَب سفید ہو چکے ہیں ۔ لیکن کئی سال سے ماں باپ جو خدا کو پیارے ہو چکے ہیں بہت یاد آتے ہیں ۔ اپنے بچوں سے اس کو چھپاتا ہوں ۔ والدین کا عید کے روز بچپن میں ریشمی رومال اور خوشبو لگانا یاد ہے ۔ لیکن اس سال تو اُس پیارے آقا کی یاد ستا رہی ہے جو ہمیں اولاد اور ماں باپ سے زیادہ محبوب ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا

پانچ ہجری کو شوال کے مہینہ میں کفّار قریش کے لشکر نے جو چوبیس ہزار افراد پر مشتمل تھا، مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس بار انہوں نے یہودِ مدینہ کو بھی ساتھ ملایا۔ اور تمام قبائلِ عرب متحد ہو کر مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے میدان میں اُتر آئے۔ لشکر کا امیر ابوسفیان تھا۔ اور مختلف قبائل کے الگ الگ بھی امیر تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے مشورہ سے مدینہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ مدینہ کے تین اطراف خندق کھودی گئی۔ ایک طرف پہاڑیوں کی وجہ سے قدرتی دفاع تھا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ صحابہ نے بھوکے پیاسے رہ کر اپنی اور مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھود لی۔

مسلمانوں کے لئے یہ مرحلہ بہت نازک تھا۔ سورۃ احزاب میں اللہ تعالےٰ اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ۔ (احزاب آیت : ۱۱)

اُس وقت کو یاد کرو جب تمہارے مخالف وادی کے بالائی حصہ یعنی شمال کی طرف سے بھی اُمڈ آئے اور نچلے یعنی جنوبی حصہ سے بھی انہوں نے چڑھائی کی۔ آنکھوں کی ٹکٹکی لگ گئی تھی۔ دشمن کے خوف کی وجہ سے اُن کی طرف آنکھ اُٹھتی نہ تھی۔ اور دل دھڑک دھڑک کر گلے تک پہنچ تھے۔

مومنوں کے لئے یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (احزاب آیت ۱۲)

کہ مومنوں کے لئے یہ بہت بڑا ابتلا تھا۔ اُن کے لئے یہ بہت بڑا زلزلہ تھا۔

منافق کہنے لگ گئے تھے کہ :۔

مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا

اللہ اور رسول نے جھوٹے وعدے ہم سے کئے نعوذ باللہ۔

لیکن مومنوں کے لئے کوئی خوف نہ تھا وہ یہ کہتے تھے :۔

هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

کہ اللہ اور رسولؐ نے ان حالات سے ہمیں پہلے مطلع کیا تھا ۔

اللہ فرماتا ہے کہ مومنوں کا یہ حال تھا :-

وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا ۔ (سورۂ احزاب آیت ۲۳)

مومنوں کی اطاعت اور ایمان میں اَور اضافہ ہُوا ۔

اِس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو دُعا فرمائی مفسّرین نے اس طرح اُسے بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حذیفہؓ کو لشکرِ کفّار کی خبر لانے کے متعلق فرمایا اور خود آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اپنے پروردگار سے کہا :-

يَا صَرِيخَ الْمَكْرُوبِينَ وَ يَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّينَ اِكْشِفْ هَمِّي وَ غَمِّي وَحُزْنِي فَقَدْ تَرَى حَالِي وَ حَالَ اَصْحَابِي ۔

اَے مصیبت زدوں کی فریاد سُننے والے ۔ اَے لاچاروں کی دُعا قبول کرنے والے ۔ میرے ہمّ و غم اور گھبراہٹ کو دُور فرما ۔ تُو میرے حال اور میرے ساتھیوں کا حال دیکھ رہا ہے ۔

فانی فی اللہ کی دُعا سیدھی عرش سے ٹکرائی ۔ جبرائیل آئے اور کہا :-

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ دَعْوَتَكَ وَكَفَاكَ هَوْلَ عَدُوِّكَ

اَے حبیبِ کبریا ! خدا نے آپ کی دُعا قبول فرمائی ۔ وہ تیرے دشمن سے خود نپٹ لے گا ۔

خدا کے شکر گزار بندے نے جبرائیل سے یہ مژدہ سُنا تو دو زانو ہو کر پھر ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا :-

شُكْرًا شُكْرًا كَمَا رَحِمْتَنِي وَ رَحِمْتَ اَصْحَابِي (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۶)

شکر ہے خداوند تیرا شکر ہے کہ تُو نے مجھ پر بھی رحم فرمایا اور میرے اصحاب پر بھی ۔

حضرت حذیفہ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے لشکرِ کفّار کا پتہ کرنے کے لئے بھجوایا تھا ۔ واپس آئے اور عرض کیا ۔ یا رسول اللہ میں گیا تو کفّار نے خیموں کے سامنے آگ جلا رکھی تھی ۔ تیز و تُند ہَوا آئی ۔ جس میں چھوٹے چھوٹے کنکر بھی تھے ۔ پھر آگ بُجھ گئی ۔ کنکروں سے بچنے کے لئے کفّار اپنے چہروں کو ڈھالوں سے چُھپا رہے تھے ۔ ابوسفیان امیرِ لشکر سواری پر سوار النجاء النجاء بچاؤ بچاؤ کی آوازیں دے رہا تھا ۔ یہی حال عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف اور اقرع بن حابس کا تھا ۔ اور میرے دیکھتے دیکھتے تمام لشکر تتر بتر ہو گیا ۔

حضرت عمارؓ بن یاسر

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا گھرانہ بہشتی گھرانہ تھا کہ صادق و مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے فرمایا :-

صَبْرًا اٰلَ یَاسِرٍ مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّۃ

اٰلِ یاسر صبر کرو۔ میں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔

حضرت عمارؓ کے والد کا نام یاسر۔ دادا کا نام عامر تھا۔ کنیت ان کی ابوالیقظان تھی۔ والدہ کا نام سمیّہ تھا۔ یہ پہلی صحابیہ ہیں جو راہِ خدا میں شہید کی گئیں۔ یہ سب کے سب یعنی والدہ، والد اور حضرت عمارؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ عمارؓ جب مسلمان ہوئے تو اُن کی عمر اکتالیس برس کے قریب تھی۔ راہِ خدا میں انہیں بہت اذیت دی گئی۔

ان کے والد یاسر کے مکّہ آنے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا ایک بھائی مفقود الخبر تھے۔ یہ اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کی معیت میں اُن کی تلاش میں مکّہ آئے۔ حارث اور مالک تو یمن چلے گئے یاسر مکّہ میں ہی ٹھہر گئے۔ ابوحذیفہ سے ان کا عہد و معاہدہ ہو گیا۔ چنانچہ اُن کی لونڈی سمیّہ سے انہوں نے شادی کر لی جس سے عمار پیدا ہوئے۔ ابوحذیفہ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا تو یہ مخزوم کے آزاد کردہ غلام کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ یاسر عرنی قبیلہ سے تھے۔ عمارؓ ان دنوں اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں مقیم تھے۔ صہیبؓ بن سنان نے بھی عمارؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ صہیبؓ دار ارقم کے باہر ہی عمارؓ کو مل گئے۔ عمارؓ نے صہیبؓ سے پوچھا اور صہیبؓ نے عمارؓ سے کہ کدھر آئے ہو۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے اور آپ کے ارشادات کو سننے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ عمارؓ اور صہیبؓ ابتدائی سات اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ حضرت عمارؓ کے متعلق اسماء الرجال کی کتب میں لکھا ہے :-

وَ عُذِّبَ فِی اللّٰہِ عَذَابًا شَدِیْدًا۔ (اسد الغابہ الجزء الرابع ص۴۳)

کہ خدا کی راہ میں انہیں سخت تکلیف پہنچائی گئی۔

آیت اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ عمارؓ کے بارہ میں ہی نازل ہوئی۔ واقعہ

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میری شکایت کی۔ وہ شکایت کر رہے تھے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی سختی سے باز نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری سخت کلامی سُن رہے تھے۔ عمارؓ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ دیکھ رہے ہیں نا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا:۔

جس نے عمارؓ سے دشمنی کی اُس نے خدا سے دشمنی مول لی اور جس نے عمارؓ سے بغض کیا اُس نے خدا سے بغض کیا۔ (اسد الغابہ جلد ۴ [illegible])

حضرت خالدؓ کہتے ہیں میں حضور کی مجلس سے اُٹھا تو مجھے شدید خواہش ہوئی کہ میں عمارؓ کو کس طرح راضی کروں۔ چنانچہ میں نے عمارؓ سے مل کر اُن کو کسی طرح راضی کر لیا۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار عمارؓ آئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باریابی کی اجازت چاہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

خوش آمدید آؤ پاکیزہ انسان آؤ۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب کبھی عمار کو دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑا تو انہوں نے ہمیشہ بہتر امر کو اختیار کیا۔

مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے لئے صحابہ جب وقارِ عمل کر رہے تھے تو عام آدمی ایک ایک پتھر لا رہا تھا حضرت عمارؓ اپنے جذبہ اور جوش کی وجہ سے دو دو لا رہے تھے۔ جسم پر مٹی پڑی تھی۔ بدن پسینہ سے شرابور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اپنے دستِ مبارک سے جسدِ عمارؓ سے مٹی جھاڑنے لگ گئے اور زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد ہوا۔

وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ ہائے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کریگا

چنانچہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی کشمکش میں یہ معاویہ کے لشکریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اِس طرح جہاں صادق و مصدوق کی پیشگوئی پوری ہوئی وہاں امیر المومنین حضرت علیؓ کرّم اللہ وجہہ کا برحق ہونا اور معاویہ کا باغی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حلیہ

لمبا قد اور چوڑا سینہ رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبًا ہم عمر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں انہیں کوفہ کا امیر بھی مقرر فرمایا تھا اور اہلِ کوفہ کی طرف لکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر تو ایسی بات اُس کی طرف منسوب کرتا ہے جو اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ بہتان ہے ۔

حسد

اخلاق ذمیمہ میں سے ایک خُلق حسد بھی ہے ۔ اور حسد اور رشک تو الگ الگ خُلق ہیں ۔ رشک یہ ہے کہ کسی میں کوئی خوبی دیکھی تو خواہش کی کہ کاش یہ مجھ میں بھی پائی جائے ۔ حسد یہ ہے کہ خواہش اور کوشش یہ ہو کہ اس کی خوبی چھن جائے اور مجھے مل جائے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد جائز نہیں مگر دو شخصوں سے ۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو ۔ پس وہ رات دن اسے راہِ خدا میں خرچ کرتا ہو ۔ دوسرا وہ جسے خدا تعالیٰ نے قرآن عطا کیا ہو ۔ وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا ہو اس کی اشاعت کرتا ہو ۔

پس اچھی بات دوسرے میں دیکھیں تو دُعا کریں ۔ کوشش کریں کہ آپ کو بھی یہ نعمت حاصل ہو جائے اور یہ رشک ہے جو محمود ہے ۔ حسد مذموم ہے کہ اُس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے ۔

باہمی بغض

بغض ، حسد ، نفرت وہ مذموم اخلاق ہیں کہ جب افراد کے دل میں گھر کر لیتے ہیں تو قومی اتحاد ، سلامتی کو مجروح کر جاتے ہیں ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے تو نا اُمید ہو گیا ہے کہ خدا کی عبادت کرنے والے اس کی عبادت کریں ۔ لیکن وہ اُن کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔

شیطان کے ایک معنے موذی کے بھی ہیں اور بغض و نفرت سے زیادہ ایذاء دینے والی چیز قوم کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے ۔

باہم مصالحت

تقاضائے بشریت سے اگر جھگڑا اور بُعد پیدا ہو جائے تو ایک دردمند مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ رُوٹھے ہوئے دلوں کو قریب کر دے ۔ معاشرہ کے گلستان سے نفرت و بغض کے کانٹے چُن کر ، محبت اور صلح جوئی کے

پھول بکھیر دے۔

اسماءؓ بنت یزید روایت کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تعریض یعنی ذومعنی بات جائز نہیں مگر تین اُمور میں۔ بیوی کو خوش کرنے کے لئے۔ ہمارے حدیث کے استاذ اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ تم اپنی بیوی کو قرۃ العین۔ جانِ من لکھتے ہو۔ کیا وہ فی الحقیقت تمہاری جان ہے؟ اور لڑائی میں اس کی مثال یہ دیا کرتے تھے۔ دشمن سامنے ہے لیکن آپ اپنی فوج کو دُور کا چکر دے کر اس کے عقب سے حملہ کرتے ہیں۔ اور لوگوں میں اصلاح کی خاطر مثلاً دو دشمنوں میں صُلح کی خاطر ایک سے جاکر دوسرے کے بارہ میں کہتے ہو۔ اُس کے تو تمہارے متعلق بہ نیک جذبات ہیں۔ حدیث میں یہاں "ان تین اُمور میں کذب" کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن حدیث کے شارحین نے اس کے معنے "تعریض" ہی کئے ہیں کہ جو درحقیقت صدق ہے۔ لیکن سُننے والا اسے جھوٹ سمجھتا ہے۔

امِ کلثومؓ بنت عتبہ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے جھُوٹا وہ نہیں جو لوگوں میں صُلح کرواتا ہے۔ اس لئے اچھی بات کہتا ہے۔ یا اُس کی طرف اچھی بات منسوب کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ جسے تم دشمن خیال کرتے ہو۔ اُس نے تمہارے متعلق ان اچھے الفاظ یا جذبات کا اظہار کیا ہے۔ یا یوں کہئے کہ تم اُسے دشمن سمجھتے ہو۔ انتہا پسندی سے کام لے رہے ہو وغیرہ۔ یعنی اُس کے دل سے دوسرے شخص کے بارہ میں بہتر اور نیک جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

خیانت اور دھوکا دہی

خیانت اور دھوکا دہی حرص کا موجب اور غصبِ حقوق کا سبب بنتا ہے۔ جس کا آخرت پر ایمان ہے اُسے ان امور سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

مومن تو امین ہوتا ہے۔ اس کا سینہ رازوں کا مدفن ہوتا ہے۔ وہ صحیح مشورہ دیتا ہے کہ غلط مشورہ خیانت ہے۔ اُس کا مذہب خیرخواہی ہے۔ اس لئے وہ دوسرے کو دھوکا کیسے دے سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وہ ہمارا نہیں جو ہمیں دھوکا دے۔ دھوکا تو بدخواہی ہے۔ خیانت ہے۔

اس باب میں سیّدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ملعون ہے جس نے مومن کو نقصان پہنچایا۔ یا اس کے خلاف مکر یعنی بُری تدبیر کی۔

دوسری حدیث ابو حرمہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔
"جس نے کسی کو نقصان پہنچایا۔ اللہ اس کی ضرر رسانی کو اس پر پلٹے گا۔ اور جس نے کسی کو تکلیف دی مشقت دی۔ اللہ اسے اس کی سزا دے گا کہ اسے تکلیف میں مبتلا کرے گا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

"ملازمین سے بدسلوکی کرنے والا جنّتی نہیں۔"

جنّت خدا کی رضا، اس کی مہمانی کا نام ہے اور بدسلوک اس کا مستحق کب بن سکتا ہے۔

خادم کو مار پیٹ اور گالی گلوچ

انسان اگر خود باوقار ہو تو اسکے وقار، اخلاق اور شرافت کا تقاضا ہے کہ وہ یہ حق دوسروں کو بھی دے۔ وہ ہر ایک کو معزز سمجھے۔ کسی کو اگر وہ حقیر سمجھتا ہے تو اسلامی شریعت میں وہ بداخلاق اور گنہگار ہے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

كَفٰى بِالْمَرْءِ ذَنْبًا اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ

آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

سختی کرنے والے کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس پر ایک ذات محاسبہ کرنے والی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :-

اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔

تم لوگوں پر اُسی طرح احسان کرو جس طرح خدا نے تم پر احسان کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ابوالقاسم نبیؐ التوبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

جس نے کسی بری غلام پر بہتان باندھا تو وہ جان رکھے۔ اللہ اس پر قیامت کے دن حد قائم کرے گا۔ یعنی اُسے اس کی مقررہ سزا دے گا۔ سوائے اِس کے کہ اُس نے سچی بات کہی ہو۔ یعنی وہ الزام سچّا ہو۔

ایک اور واقعہ اس باب میں یہ درج ہے۔ حضرت ابومسعودؓ خود روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے عقب سے آواز سُنی۔ اے ابومسعودؓ خبردار۔ اے ابومسعودؓ خبردار۔ میں نے مُڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرما رہے ہیں۔ ابومسعودؓ جتنا تُو اس پر قادر ہے۔ خدا تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ ابومسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی غلام کو نہیں مارا۔

نوکر کی تادیب

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے ٭ مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

زدوکوب کرنا تو چڑچڑی طبیعت کا بھی خاصہ ہو سکتا ہے۔ مشتعل ہونے کا بھی نتیجہ ہے۔ لیکن کسی کم فہم کی تربیت، اور اُس کے اخلاق کو سنوارنا تو کارے وارد۔ اس میں محنت بھی ہے اور معاشرہ کی بھلائی بھی ہے۔ اس لئے جہاں آپ نے آج سے چودہ سو سال پہلے مارپیٹ سے منع فرمایا وہاں ساتھ ہی اس کی تادیب و تربیت کی تلقین فرمائی۔ اسی باب میں امام ترمذی علیہ الرحمۃ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی یہ حدیث لائے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اپنے خادم کو مارے اور خادم ضرب کی شدت کی وجہ سے خدا کو پکارے۔ یا ہائے اللہ کہے تو ہاتھ اُٹھا لو۔ اپنے ہاتھ کو روک لو۔

خادم سے درگذر

عفو و درگذر صلحاء کا طریق ہے۔ خدا سے عفو طلب کرنے والا دوسروں کی عافیت کو کیوں کر سلب کر سکتا ہے۔ اور اُس شاہِ جہان کی عفو کے تو ہم دُنیا و آخرت دونوں میں طالب ہیں۔ اسی باب میں ایک حدیث امام ترمذیؒ یہ لائے کہ:-

ایک شخص مجلس نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی بار خادم کو مَیں معاف کروں۔ حضورؐ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے اپنا سوال پھر دُہرایا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز ستّر بار۔

اسی سے اندازہ کیجئے ہماری عفو کا دامن کتنا وسیع ہونا چاہیئے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ ہمارے خدا کی رحمت کا دامن بہت بہت وسیع ہے۔

"جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا۔ کسی پہلو سے توڑتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح حصہ تعلیم)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔

۱۱۔ ریحانہ رضی بنت زید

بنو نظیر سے تھیں۔ قیدی ہو کر آئیں۔ حضور نے انہیں آزاد کر دیا۔ ۶ ہجری میں شادی ہوئی۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر اُن کی وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔

۱۲۔ میمونہ رضی بنت الحارث

عجیب اتفاق ہے کہ مکّہ سے دس میل کے فاصلہ پر سرف جگہ سات ہجری میں ان کا نکاح ہوا۔ سب سے آخری بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ ہیں۔ سرف میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ اور یہیں دفن ہوئیں۔ اکسٹھ یا ترسیٹھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۵ تا صفحہ ۱۶۷)

خلاصہ کلام

سوائے حضرت عائشہ کے کسی کنواری سے آپ نے شادی نہیں کی۔ سب سے کم عرصہ رفاقت کا زینب رضی ام المساکین کا ہے۔ کہ صرف آٹھ ماہ حضور کی رفاقت نصیب ہوئی۔ سب سے بڑی عمر امّ سلمہ رضی کو نصیب ہوئی۔ چوراسی برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ سب سے آخر میں میمونہ کا انتقال ۶۳ ہجری میں ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے حکیمانہ اقوال

۱۔ آدمی کی تہذیب اس کی دولت اور سونے سے بہتر ہے۔

۲۔ اس زمانہ کے دوست تیرے عیوب کی جاسوسی کرنے والے ہیں۔

۳۔ سختیوں کو سہنا مروّت ہے

۴۔ دنیا کو آخرت کے بدلہ بیچ دے یہ بڑا نفع مند سودا ہے۔

۵۔ عمر کے ابتدائی حصّہ کی تلافی آخری عمر میں کرے۔

۶۔ آدمی کی نماز میں سستی ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

۷۔ ایمان کا ایک تہائی حیا دوسری تہائی عقل اور تیسری سخاوت ہے۔

۸۔ حلم آدمی کا جمال ہے۔

۹۔ حسنِ خلق غنیمت ہے۔

۱۰۔ پیشہ آدمی کا خزانہ ہے۔

۱۱۔ آدمی کا دوست اس کی عقل کی دلیل ہے۔

۱۲۔ جوانی کی یاد حسرت ہے۔

سندھ کے صوفی شاعر سچلؒ سرمست

ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک مضمون سندھ کے مشہور صوفی شاعر سچل سرمست کے بارہ میں جنگ کی ایک اشاعتِ خصوصی تیرہ جون ۱۹۸۴ء میں شائع ہُوا ہے۔ اس میں انہوں نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود اور حلول کے بارہ میں مفید بحث اٹھائی ہے۔ اس بحث کے پیشِ نظر ہم اسے اپنے قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

"سچل سرمست شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی طرح، چونکہ صوفی تھے اس لئے واردات اتحاد کی لذّت اور اس سے پیدا ہونے والے سکون کی منزل پر ٹھہر گئے۔ یہ ایک بلند انسانی درجہ ہے جو خال خال انسانوں کو حاصل ہوتا ہے اس سطح پر وُہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی دوسروں کو دکھانا چاہتا ہے۔ لیکن ان کو دیکھنا چونکہ عام معاشرے اور عام فرد کی تاب و طاقت سے بعید ہوتا ہے۔ اس لئے منصور دار پر چڑھ جاتے ہیں۔ سرمد شہید ہو جاتے ہیں۔ فریدالدین عطار من خدایم من خدا، فارغ از کینہ و کبر و ہوا" پکارنے لگتے ہیں۔ شمس تبریز جان گنوا دیتے ہیں۔ کلیم ثنائی پر کفر کے فتوے لگ جاتے ہیں اور ابنِ عربی جیسے مفکّر و صوفی متنازعہ فیہ بن جاتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی وہ صوفیائے کرام ہیں جن کے خیالات، واردات افکار کا گہرا اثر سچل سرمست کی شاعری و خیالات ان کے اپنے زمانے ہی میں متنازعہ فیہ بن گئے ہیں۔ انہوں نے جس جرأت اظہار کے ساتھ عالم جذب و مستی میں، واردات اتحاد کو بیان کیا وہ معاشرے عام فرد یا ملّا و قاضی کی فہم اور اس کے ادراک سے ماوراء تھا۔ اس لئے روایت ہے کہ اس غلط فہمی سے بچنے کے لئے حضرت سچل سرمست نے اپنے ایسے کلام کو جو شطحیات کے ذیل میں آتا ہے دریا بُرد کر دیا یا جلا دیا۔ ان کے سامنے منصور و سرمد کی روایت موجود تھی۔

اگر اس دَور کے حالات و عوامل پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ نادر شاہ کے حملے کے بعد سندھ و ہند کی مرکزیت بکھرنے لگی تھی اور مغلیہ سلطنت کا اقتدار کمزور پڑ کر زوال آمادہ ہو گیا تھا۔ اس دَور میں بے ثباتیٔ دَھر اور قضا کے نظریات نے بقاء و اثبات کی جگہ لے لی تھی۔ محمد شاہ جو ہر وقت رنگ رلیوں میں مصروف رہتا تھا۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد راگ و رنگ کی محفلوں کو برخاست کر کے فقیروں کی صحبت پسند کرنے لگا تھا تصوّف اس دَور کے مزاج میں اسی طرح حلول کر گیا تھا جس طرح منگولوں کے حملے اور تباہی و غارت گری کے بعد دُنیائے اسلام کی نفسی و ذہنی کیفیت کے باعث مقبول ہو گیا تھا۔

اس دَور میں تصوّف نے مسلمانوں کے مِلّی وجود کو بچالیا اور یہی وجہ تھی کہ اس دَور میں تصوّف نے ایسے واردات کے اظہار کی اجازت نہیں دی جن سے آزاد خیالی اور فلسفیانہ موشگافیوں کی بُو آتی ہو۔ یہی صورت حال اس دَور میں پیدا ہوئی اور اسی وجہ سے فلسفۂ وحدت الوجود کی جگہ حضرت مجدّد الف ثانی کے فلسفہ وحدت الشہود نے لی جس میں نہ صرف شریعت کی پابندی پر زور تھا بلکہ شطحیات سے بھی گریز کیا جاتا تھا۔ وحدت الوجود برّعظیم پاک و ہند میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے مزاج و فکر میں ویدانت اور بھگتی تحریک کے ساتھ شامل ہوگیا تھا۔ وحدت الوجود کے مطابق وجود انسانی محض خدا کی ذات میں ہے اور انسان کا الگ کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی ذات سے اپنی محبت ابدی کا پیکر باہر نکالا تاکہ وہ اس پیکر میں اپنے آپ کو اس طرح دیکھ سکے۔ جس طرح کوئی صاحبِ جمال آئینہ میں اپنی صورت دیکھ سکتا ہے۔ حلّاج نے کہا "تیری رُوح میں میری رُوح اس طرح گھُل مل گئی ہے جس طرح شرابِ صاف پانی میں گھُل مل کر ایک جان ہوجاتی ہے"۔

واضح رہے کہ یہ فلسفۂ حلول وحدت الوجود سے ایک مختلف چیز ہے۔ وحدت الوجود کی رُو سے دُوئی محال ہے کیونکہ لاموجود فی الحقیقۃ اِلّا اللہ۔ وحدت الشہود کی رُو سے نہ خدا کسی انسان میں حلول کر سکتا ہے اور نہ کسی انسان سے متحد ہو سکتا ہے۔ اس لئے وحدت الشہود نے منصور حلّاج کی اس فکر سے کہ "مَیں وہی ہوں جسے مَیں چاہتا ہوں اور جس سے میں محبت کرتا ہوں اور مَیں ہوں ہم دونوں دو رُوحیں ہیں جو ایک بدن میں رہتی ہیں۔ اے مخاطب اگر تُو مجھے دیکھتا ہے تو اسے دیکھتا ہے تو گویا ہم دونوں کو دیکھتا ہے"۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ "ان کا اپنا وجود خدا کے وجود کا ظلّ (سایہ) ہے اور اسی طرح اس وجود سے خدا جُدا ہے جس طرح سایہ اصل سے جُدا ہوتا ہے"۔ حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک "وحدت الوجود حقیقت نہیں ہے محض ایک احساس ہے ایک کیفیّت ہے اور اسی لئے وحدت وجودی نہیں بلکہ شہودی ہے"۔

مَیں نے یہ باتیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ آپ کے ذہن میں وحدت الوجود، وحدت الشہود اور حلول کا فرق واضح ہوجائے۔ سچّل سرمست وحدت الوجودی بھی تھے اور حلولی بھی۔ منصور حلّاج کے شاگردوں میں ایک حلقہ "حلولیہ" کہلاتا تھا۔ اس لئے اس دَور میں جب حضرت مجدّد الف ثانی کا فلسفہ وحدت الشہود برّعظیم پاک و ہند میں مقبول تھا۔ سچّل سرمست کے افکار اپنے دائرے سے باہر نکل کر علمی، دینی اور فکری حلقوں میں مقبول نہ ہو سکے۔ اب جبکہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحث میں وہ شدّت باقی نہیں رہی اور تصوّف نے جدید دَور کے حوالے سے نئی راہیں اختیار کر لی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سندھ کے منصور ثانی فقیر سچّل سرمست کے افکار کو خیالات کو تجزیہ و تنقید کی کسوٹی پہ پرکھا جائے اور ہمارے اپنے دَور کے تعلق سے ان کی افادیت اور ربط و معنی بھی تلاش کئے جائیں۔ اگر سچّل سرمست کے کلام کا بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سچّل عظمت انسان کے شاعر ہیں وہ محبت و مساوات کا درس دیتے ہیں۔ کثرت میں

(باقی ص۲۷ پر)

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

ހުވަފެން [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

THE ANCIENT DOCUMENTS AND THE MODERN BIBLE

قدیم مسوّدات اور موجودہ بائیبل

مُصنّفہ

J. Paterson Smyth (جے پیٹرسن سمتھ)

نوٹ:۔ مجلس علم و عرفان کے لئے عزیزم محترم لئیق احمد صاحب طاہر نائب وکیل التبشیر تحریک جدید نے اس کتاب کا ملخص تیار کیا۔ اس کا دوسرا حصہ ہم اپنے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

دُوسرا دوَر

"عزرا کاہن سے حضرت مسیح علیہ السّلام تک"

یہ زمانہ جلا وطنی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس عہد میں بھی بائیبل میں عجیب و غریب تبدیلیاں کی گئیں۔ چنانچہ پیدائش ۴/۳۳ کی مثال دیتے ہوئے مصنّف لکھتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کا بھائی عیسُو حضرت یعقوبؑ سے ملنے کو دوڑا اور اُس نے آپ کو چُوم لیا۔ AND KISSED HIM کے الفاظ پر نقطوں کے نشان لگے ہوئے ہیں اور یہ نشانات آج بھی قدیم عبرانی نسخوں میں موجود ہیں۔ ان نقطوں کی کیا ضرورت ہے اس کے بارہ میں بعض بذلہ سنج ناقدین بائیبل یہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ یہ نقطوں کے نشان دراصل حضرت یعقوبؑ کے بھائی عیسُو کے دانت ہیں۔ جب وہ آپ سے ملنے کے لئے آیا تو KISS کرنے کی بجائے اُس نے آپ کو کاٹ کھایا۔

مصنّف لکھتا ہے کہ ان نقطوں سے اگر اور کچھ ثابت نہیں ہوتا تو کم از کم یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس مقام پر لکھنے والا کسی شُبہے کا شکار ہے۔ تبھی تو وہ نقطے لگاتا ہے۔

پروفیسر ABBOTT رسالہ چرچ کے اپریل کے شمارہ ۱۸۸۹ء میں لکھتا ہے کہ خود عزرا کاہن سے ان نقطوں کے بارہ میں سوال کیا گیا کہ آپ نے یہ نقطے کیوں لگائے ہیں تو اُس نے کہا کہ:۔

"اگر خدا نے مجھ سے ان الفاظ (AND KISSED HIM) کے بارہ میں سوال کیا کہ یہ

[illegible] SEPTUAGINT [illegible]

[illegible]

[illegible] THE BIBLE OF THE SEVENTY [illegible]

[illegible] SEPTUAGINT [illegible]

[illegible] · SEPTUAGINT

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] CODEX ALEXANDRINUS [illegible]

[illegible] CODEX VATICANUS [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پھر مصنف لکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے طالمود پڑھی ہوگی. کیونکہ آپ بکثرت طالمود کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں مثلاً BAPTISM (بپتسمہ). REDEMPTION (گناہوں کی معافی). GRACE (رحمت). SALVATION (نجات). FAITH (عقیدہ). SON OF MAN. (انسان کا بیٹا) وغیرہ۔

آگے مصنف نے بطور نمونہ طالمود کے بہت سے اقتباسات پیش کئے ہیں. خاکسار طوالت کے خوف سے ان میں سے صرف دو کا اشارۃً ذکر کر دیتا ہے. لکھا ہے کہ:۔

"دعا اسرائیل کا واحد ہتھیار ہے۔ ایک ایسا ہتھیار جو آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے۔ اور جسے ہزاروں جنگوں میں آزمایا گیا"

دوسرا اقتباس یہ ہے کہ:۔

"ایک بت پرست نے ایک خدا پرست سے پوچھا کہ اگر خدا بتوں سے نفرت کرتا ہے تو وہ انہیں تباہ کیوں نہیں کر دیتا؟ اسے جواب دیا گیا کہ بہت سے لوگ سورج چاند ستاروں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس حسین دُنیا کو بے وقوفوں کی خاطر تباہ کر دے"

THE TARGUMS

طالمود کی تلاوت کے وقت مزید تشریح کے لئے ایک مترجم آرامی زبان میں اس کی وضاحت اور تفسیر بیان کیا کرتا تھا. اور مترجم کیلئے لازمی تھا کہ وہ تشریح زبانی بیان کرے. پڑھ کر نہ سُنائے تا خدا کے کلام یعنی طالمود اور تشریح میں امتیاز باقی رہے۔

پھر ایک زمانہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تشریحات کہیں زمانہ کا شکار نہ ہو جائیں. انہیں بھی لکھ لینا مفید ہوگا. انہیں ضبط تحریر میں لایا گیا اور ان کا نام TARGUMS رکھا گیا. انہیں ضبط تحریر میں لانے کا کام حضرت مسیحؑ کے پانچ چھ سو سال بعد ہوا۔ ان کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب عبرانی زبان تقریباً مُردہ ہو گئی۔

MASSORATES (زبانی روایات کو مدوّن کرنے والے)

اب تک ہم ۵۰۰ء تک کے یہودی مسوّدات کی تاریخ پڑھ چکے ہیں۔ طالمود کی تکمیل ۵۰۰ء میں ہوئی۔ اس کے بعد مختلف مکتبہ ہائے فکر کو یہ موقع ملا کہ زیادہ آزادی کے ساتھ بائیبل کے متن کے بارہ میں تحقیق کریں۔ گزشتہ دَور میں بڑی تعداد میں ایسی روایات زبانی چل رہی تھیں کہ

(۱) بائبیل کی تلاوت کن آداب کو مدِّ نظر رکھ کر کرنی چاہیئے۔

(۲) کونسا متن درست ہے اور کونسا غلط۔

چونکہ ان روایات کا حجم بے تحاشا بڑھتا جا رہا تھا اور نقلیں بھی سب کی سب زبانی اور سینہ بسینہ۔ لہٰذا یہ خیال پیدا ہوا کہ مرورِ زمانہ سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہیں ضبطِ تحریر میں لانا چاہیئے۔

عبرانی زبان میں جو بات صرف یادداشت سے زبانی بیان کی جائے اُسے MASSORAH (میسورہ) کہتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے یہ روایات تحریر کی ہیں انہیں MASSORATES کہتے ہیں اور جو متن ان لوگوں نے تحریر کیا ہے وہ MASSORETIC TEXT کہلاتا ہے۔

میسوراہ یعنی روایات میں لکھنے والوں نے ردّ و بدل بھی کیا چنانچہ مصنّف لکھتا ہے کہ "لکھنے والوں نے اصل مضمون کو خوب بڑھا چڑھا کر اور ٹھیک ٹھاک کر کے تحریر کیا"۔

گویا۔ ؎ بڑھا بھی لیتے ہیں کچھ زیبِ داستان کے لئے

والی مثل ایک حد تک صادق آئی۔ ایک حد تک اس لئے کہ انہوں نے "کچھ" بڑھانے کی بجائے اس قدر اضافہ کیا کہ مصنّف کے بقول ان لوگوں نے گویا اسلاف کی روایتوں کی نئی تفسیریں لکھ ڈالیں۔ اس طریق پر بتدریج میسوراہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ یاد رکھئے کہ میسوراہ کا اپنی ذات میں کوئی متن نہیں تھا بلکہ یہ بائبیل سے متعلق روایات اور تنقید کا ایک بکھرا ہوا ملغوبہ تھا۔

ابتداء میں چند ٹیکنیکل ہدایات سے یہ کام شروع ہوا یعنی نقل کرنے والوں کو یہ بتایا جاتا کہ کس طریق پر بائبیل لکھیں تا اس کا متن خطرناک غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور میسوراہ کی صورت ساری بائبیل پر ایک مکمل تفسیر کی شکل میں ظاہر ہوئی اس تفسیر میں کم و بیش ہر باب اور آیت کے بارہ میں یہ بتایا جاتا کہ اصل متن کیا تھا اب کیا بن چکا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے وغیرہ۔

ان کا زمانہ DR. GINSBURGH کے نزدیک سنہ ۱۰۰۰ء تک چلتا ہے۔ یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ میسوراہ کی تکمیل سنہ ۶۰۰ء تک ہو چکی تھی۔

میسوراہ کے مضامین

میسوراہ میں بائبیل کی آیات۔ الفاظ۔ حروف۔ حرکات یعنی ACCENT اور VOWELS یعنی لہجے کے بارہ میں باریک در باریک بحثیں کی گئی ہیں۔ اسی طرح میسوراہ میں بائبیل کی بعض فاش غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً یہ بتاتے ہیں کہ متن میں کس جگہ کوئی عبارت ہونی چاہیئے تھی۔ کہاں سے زائد عبارت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

KETHIBH NOT KERI

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

SEIGNIOR DANIEL BOMBERG

(JACOB BEN CHAYIM)

اس کے بعد مصنّف لکھتا ہے کہ عہدنامہ جدید میں ایسی غلطیاں عہدنامہ قدیم کی نسبت کہیں زیادہ ہیں۔ پھر لکھتا ہے کہ کچھ قارئین یہ معلوم کر کے یقیناً پریشان ہوں گے کہ عہدنامہ قدیم ہم تک لفظاً لفظاً صحیح صورت میں نہیں پہنچایا گیا۔ بہرصورت حقیقت حال تو یہی ہے خواہ ہم اسے پسند کریں یا ناپسند۔ حقائق سے لڑنا جھگڑنا فضول ہے۔ پھر مصنّف ایک بڑی دلچسپ مثال دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم ہمیں اس بات سے بڑا اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام جو نسخہ بائیبل استعمال فرماتے تھے (سبعینہ)

WAS OFTEN VERY INACCURATE IN

MINOR DETAILS.

وہ بھی اکثر و بیشتر چھوٹی چھوٹی باتوں میں غلطیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

مصنّف ایک بہت ہی پتے کی بات لکھتا ہے کہ میسوراہ کے ذریعہ جو اس وقت کی بائیبل کی تصحیح کی جاتی تھی ان تصحیح کرنے والوں کے پاس کیا کوئی اصلی نسخہ بھی موجود تھا۔ پھر مصنّف خود ہی جواب دیتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں یہودی مذہبی علماء کے استعمال میں کوئی خاص نسخہ تھا جس کی رُو سے وہ دوسرے نسخوں کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ اس پر مصنّف خود ہی سوال کرتا ہے کہ پھر وہ نسخہ یعنی STANDARD BIBLE کیا ہوئی۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ یہود پر بعض زمانوں میں بڑی سختی کی گئی ہے اور وسیع پیمانہ پر قتل عام ہوا ہے۔ جیسا کہ ANTIOCHUS کے عہد میں ہوا وغیرہ غالباً کسی ایسے ہی المیہ کے دوران یہ STANDARD بائیبل یا تو جلا دی گئی یا محفوظ کرنے کے لئے دفنا دی گئی۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

دیگر قدیم عبرانی مسوّدے

۱۵۰ سن عیسوی میں بحیرہ اسود کے کنارے SINOPE کے شہر میں ایک بُت پرست رہا کرتا تھا۔ اس کا روم کے شاہی خاندان سے تعلّق تھا۔ اس کا نام AQUILA تھا۔ بادشاہ کے حکم پر بعض عمارتوں کے معائنہ کے لئے اسے اسرائیل بھجوایا گیا۔ وہاں اس شخص نے مسیحیت قبول کر لی۔ لیکن سرعام عیسائیت کے اعلان سے گھبراتا تھا۔ ایک دن جو عیسائیوں نے اس پر زور دیا اور کلیسیا میں آنے پر اصرار کیا تو اس نے غصّہ میں آکر عیسائیت ترک کر دی اور یہودیت اختیار کر لی۔ ختنہ کروا لیا اور بڑا متشدّد یہودی بن گیا۔

اسی دوران یہود اور عیسائیوں کے درمیان بعض پیشگوئیوں کی تشریح کے بارہ میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ کیونکہ سبعینہ نسخہ عیسائیوں کی تشریحات کی تائید کرتا تھا۔ لہٰذا یہودی علماء (RABBIS) نے اسے یہود کے لئے BAN کر دیا۔ لیکن اس وجہ سے خود یہود کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں کیونکہ سبعینہ نسخہ

[illegible]

[illegible] (THE VULGATE OF ST. JEROME) [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] DE MEDICIS)
(CATHERINE [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] OF MISTAKES

THE BOOK [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] SIXTUS V [illegible]

[illegible] COUNCIL OF TRENT

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

احساس پیدا ہوا کہ جس نسخے پر امیدوں کی عمارت تعمیر کی تھی وہی جاتا رہا۔

لیکن یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی اور پوپ Ⅲ SIXTUS کے مرتے ہی اُس کے تیار کردہ مستند نسخہ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اَب مسئلہ پوپ کی عزّت و حرمت کا بھی پیدا ہو گیا کہ جس نسخہ کو وہ مستند (INFALLIBLE) سمجھتا تھا وہی بودا ثابت ہُوا۔

چنانچہ یہ اعلان کیا گیا کہ پوپ نے جو مستند نسخہ تیار کروایا تھا اُس میں موجود غلطیاں پوپ کی وجہ سے نہیں بلکہ ناشرین اور چھاپنے والوں کی وجہ سے ہیں۔ گویا سارا الزام پرنٹرز کے مُنہ پر تھوپ دیا گیا۔

تاہم مصنّف لکھتا ہے کہ ولگیٹ نسخہ بڑی حد تک اس اعتبار سے مفید ہے کہ ہمیں اسی واحد نسخہ کی مدد سے قدیم عبرانی نسخہ کا ایک مبہم سا تصوّر ملتا ہے۔ کیونکہ خیال یہی ہے کہ سینٹ جیروم کے سامنے اُس زمانہ سے پہلے کے بعض قدیم عبرانی نسخے موجود تھے جو زمانہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا زمانہ تھا۔

حرفِ آخر

کتاب کے آخری صفحات میں مصنّف آج کے زمانہ کے TEXTUAL CRITICISM کے بارہ میں لکھتا ہے کہ درحقیقت ابھی وہ زمانہ آیا ہی نہیں کہ ہم بائیبل کے متن کی تصحیح کا کام کر سکیں۔ مصنّف لکھتا ہے کہ:

"نظرِ ثانی کرنے والوں کے لئے یہ وضاحت ضروری ہے کہ درحقیقت ابھی نظرِ ثانی کے لئے صحیح وقت شروع ہی نہیں ہُوا۔ فی زمانہ ہماری معلومات اس معیار تک پہنچی ہی نہیں کہ ہم کسی متن کی تعیین و ترتیب کسی قدیم متن کی مدد سے کر سکیں (یعنی قدیم متنوں کے بارہ میں اس قدر کم اور حقیر معلومات ہیں کہ ان کی مدد سے بائیبل کے کسی متن کی تصدیق یا تعیین کرنا ممکنات سے خارج ہے)۔

اور مصنّف اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ قدیم متنوں میں سے بظاہر سب سے عُمدہ مسودہ سبعینہ کا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ سبعینہ کے جتنے نسخے دستیاب ہیں سارے کے سارے ایک دوسرے سے مختلف ہیں لہٰذا کسی ایک پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جو تصحیح ایک نسخے کے مطابق ہو گی وہی دوسرے نسخے کے متن سے مختلف ہو گی۔

مصنّف اس کے بعد لکھتا ہے کہ ان مشکلات کی بناء پر انیسویں صدی میں نظرِ ثانی کرنے والوں نے ایک آسان راہ نکال لی ہے اور وہ یہ کہ جہاں بالبداہت غلطی موجود ہو اس کی تصحیح اصل متن میں کرنے کی بجائے حاشیہ میں کر دی جاتی ہے۔ یہی طریق آج بھی جاری ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]